وعظ

اختیار الخلیل

(نیک صحبت کی ضرورت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لآ الٰہ الا اللہ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ انَّ سیدنا ومولانا محمداً عبدہ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَعَلیٰ اٰلِہٖ واصحابہ و بارک وسلم اما بعد ! فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ((المرء علی دین خلیلہ فلینظر احد کم من یخاللہ)) (یعنی ہر شخص اپنے دوست کے طریق پر ہوتا ہے پس ہر شخص کو چاہیئے کہ یہ دیکھ لے کہ کس شخص کو دوست بناتا ہے)(۱)

انتخابِ مضمون کی وجہ

یہ ایک ارشاد ہے جناب رسول اللہ ﷺ کا جس میں حضور ﷺ نے ایک مفید اور ضروری مضمون ارشاد فرمایا ہے میں نے اس مضمون کو اختیار کیا ہے کہ وقت کم ہے وقت طویل اگر ہوتا تو مختلف ضروری مضامین بیان کئے جاتے اس لئے یہ بہتر معلوم ہوا کہ ایسا مضمون اختیار کیا جائے جو سب مسلمانوں کے لئے مفید اور ضروری ہو اور اس کے ساتھ ہی ہر وقت اس کی ضرورت بھی رہتی ہے۔

ضرورتِ دینیہ کی اقسام

تفصیل اس اجمال (۱) کی یہ ہے کہ دینی ضرورتیں دو قسم پر منقسم (۲) ہیں ایک وہ جو بعض کے اعتبار سے ضروری نہیں جیسے زکوۃ جس کے پاس مال ہو اس کے ذمہ اس کا ادا کرنا ضروری ہے اور جس کے پاس نہ ہو اس کے ذمہ نہیں ہے۔ اگر چہ اس میں بھی ایک اعتبار سے تعمیم (۳) ہے تاہم صاحبِ نصاب ہونے کی تو تخصیص (۴) ہے اسی طرح حج ہے کہ جس کے پاس مال ہے اس کے ذمہ فرض ہے ورنہ نہیں یہ تو مکلفین (۵) کے اعتبار سے تخصیص تھی۔ بعض عبادات ایسی ہیں کہ وقت کے اعتبار سے ان میں تخصیص ہے جیسے نماز، روزہ۔

دوسری قسم وہ ہے کہ مکلفین اور وقت کے اعتبار سے بھی ان میں کوئی تخصیص نہیں یعنی نہ تو یہ ہے کہ زید پر واجب ہو عمرو پر نہ ہو اور نہ یہ ہے کہ ایک وقت میں ضروری ہو دوسرے وقت میں نہ ہو بلکہ ہر شخص پر ہر وقت اس کا وجوب (۶) ہے۔ ایسی ضرورتِ دینی کو جامع اور عام کہا جائے گا پس ایسے مضامین بہت سے ہیں منجملہ ان کے یہ حدیث بھی ہے کہ اس میں ایسا ہی جامع مضمون ارشاد ہوا ہے۔ کہ کوئی مکلّف اور کوئی وقت اس سے مستثنٰی نہیں ہے اس وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس حدیث کی کسی قدر ضروری شرح مگر مختصر بیان کر دی جائے۔ لیکن وہ اختصار کافی ہوگا اس معنی کو مختصر ہوگا کہ بہت سے مؤیدات ولواحق کو مشتمل (۷) نہ ہوگا جس قدر زیادت ہوگی۔ توضیح ہی

---

(۱) اس اختصار کی تفصیل (۲) دو قسم پر تقسیم کی جاتی ہے (۳) عموم ہے (۴) اتنی خصوصیت تو ہے کہ جس کے پاس اتنا مال ہو جس پر زکوۃ واجب ہوتی ہے یعنی 1/2 52 تولہ چاندی کی قیمت کے بقدر (۵) جو احکام پر عمل کرنے کے پابند ہیں (۶) ہر وقت عمل کرنا واجب ہے (۷) اختصار کی صورت یہ ہوگی کہ اس کی تائید میں دیگر باتوں کو ذکر نہیں کیا جائے گا۔ البتہ جتنی تفصیل ہوگی اس کی وضاحت کے لئے ہی ہوگی۔۔

کے لئے ہوگی۔ یہ تمہید تھی۔

انتخابِ دوست

اب اس ضروری مضمون کو سمجھئے گو بظاہر وہ مضمون اس معنی کر سرسری(۱) ہے کہ بہت مرتبہ کانوں میں پڑا ہے اور اس کی ضرورت کی طرف کبھی نظر نہیں ہوئی چنانچہ جب ضروریات کو ذکر کیا جاتا ہے تو اس فہرست میں اس کا ذکر ہی نہیں آتا۔ لیکن چونکہ یہ خیال واقع کے خلاف ہے اس لئے اس کی ضرورت اور مفید ہونا بھی عرض کیا جائے گا۔ ارشاد ہے کہ ہر شخص اپنے دوست کے طریق پر ہوا کرتا ہے پس ہر شخص کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس سے ارتباط(۲) ودوستی رکھتا ہے یعنی اگر وہ دوست دیندار ہے تو یہ شخص بھی دیندار ہے اور اگر وہ بددین ہے تو یہ بھی ایسا ہی ہے پس دوست کی بددینی سبب ہے اس کی بددینی کا اور دوست کی دینداری سبب ہے اس شخص کی دینداری کا اور یہ سبب بھی منجملہ اسباب ظاہرہ عادیہ(۳) کے ہے علتِ حقیقیہ تو ہر شئے کی مشیت الٰہی(۴) ہے اور بعض علل کو حق تعالیٰ نے عقلی بنادیا ہے لیکن یہ سبب عادی ہے۔ یہ اس حدیث شریف کا حاصل ہے ترجمے سے اس مضمون کی تعیین ہوگئی ہوگی۔ یعنی دوستی کے اندر یہ غور کرنا کہ جس شخص کو میں نے دوستی کے لئے انتخاب کیا ہے آیا وہ دینداری کی حیثیت سے لائق دوستی کے ہے یا نہیں۔

آپ غور فرمائیں کہ اس کا لوگوں کو کتنا اہتمام ہے سو کچھ بھی نہیں دینداروں کو چھوڑ دیجئے جو دیندار کہلاتے ہیں اور وہ نماز، روزہ، زکوۃ، حج فرائض سے گذر کر

---

(۱) ہلکا ہے (۲) میل جول (۳) عادۃً ایسا ہی ہوتا ہے کہ آدمی جس قسم کے لوگوں کی صحبت اختیار کرتا ہے ویسا ہی ہوجاتا ہے (۴) ہر چیز کی اصل علت تو اللہ کی چاہت ہے

ایسے ایسے امور کا بھی اہتمام کرتے ہیں جو فرض و واجب نہیں چنانچہ تلاوتِ قرآن کی کثرت نوافل، دعاؤں کا پڑھنا، یہ سب کچھ کریں گے اور دیکھنے والے ان کو سمجھتے ہیں کہ بڑے بزرگ ہیں لیکن باستثنائے معدودے (۱) چند اس فکر میں کسی کو بھی نہیں دیکھا کہ یہ بھی سوچ ہو کہ میری صحبت کیسی ہے؟ کیسے لوگوں سے میرا اختلاط (۲) ہے؟ یا صحبت نیک کو مفید اور ضروری سمجھتے ہوں، اور بد صحبت کو مضر (۳) خیال کرتے ہوں، بلکہ یہ کہتے سنا ہے کہ میاں اپنا عمل اپنے ساتھ ہے اگر کوئی بُرا ہے تو اپنے واسطے ہے ہمارا تو خیر خواہ ہے۔

ایک کی بیماری دوسرے کو لگنا

صاحبو! بیماری کے اندر تو یہ احتیاط ہے کہ جو بیماریاں لگنے والی مشہور ہیں کہ جن میں اہل مذہب (۴) تو کیا خود اطباء اور ڈاکٹر بھی اس میں مختلف (۵) ہیں چنانچہ بعض ڈاکٹروں نے تعدیہ (۶) کا انکار کیا ہے۔ بعض لوگوں نے ایسا کیا ہے کہ طاعونی کیڑے اپنی جلد کے اندر رکھ کر سی دیا ہے اور کچھ نہیں ہوا۔

بریلی میں ایک ہندو بنگالی کا جوان بیٹا مر گیا اس کو سخت صدمہ ہوا زندگی سے بیزار ہوا اور اس نے اسباب مؤثرہ طاعون کو اختیار کیا چنانچہ مریض کے کپڑوں کو پہنا اور اس کے برتنوں میں کھانا اور اس کی چارپائی پر لیٹنا اور اس کے ہی کمرہ میں رہنا شروع کیا کہ کسی طرح میری موت بھی آجائے چاروں طرف سے اسبابِ مرض کو اپنے اوپر لپیٹا لیکن کچھ بھی نہ ہوا اچھا خاصہ رہا۔ دیکھئے اگر لگنے کے کچھ واقعات ہیں تو

---

(۱) چند لوگوں کو نکال کر اس بات کا کسی کو خیال نہیں (۲) میل جول (۳) نقصان دہ (۴) دیندار تو کیا (۵) حکیموں اور ڈاکٹروں کا بھی اس میں اختلاف ہے (۶) بعض ڈاکٹر کہتے ہیں کہ کسی کی بیماری کسی دوسرے کو نہیں لگتی۔

نہ لگنے کے اس سے زیادہ ہیں۔

بیماری لگنے نہ لگنے کے بارے میں اسلام کا فیصلہ

اسی واسطے اسلام نے اس کا کیسا اچھا فیصلہ کیا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتے ہیں تو لگتا ہے اور نہیں چاہتے تو نہیں لگتا۔ اور اسی سے ان روایات ونصوص میں بھی تطبیق ہو جائے گی جن میں بعض سے تعدیہ(۱) معلوم ہوتا ہے اور بعض سے عدمِ تعدیہ ثابت ہوتا ہے۔ بہرحال مقصود یہ ہے کہ جن امراض کا لگنا ثابت اور یقینی بھی نہیں اس میں تو یہ احتیاط ہے کہ اس مریض کی عیادت تک کو نہیں جاتے اور اپنی اولاد کو بھی بچاتے ہیں لیکن جو مرض دواماً(۲) لگتا ہے یعنی بری صحبت کا اثر بد(۳) اس سے بچنے کا ذرا بھی اہتمام نہیں۔

صاحبو! سب سے بڑھ کر مرض متعدی یہ ہے اس سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے کہ جس سے تم ملتے ہو دیکھو کہ یہ کیسا ہے اور ملنے سے مراد دوستی کا ملنا اور دل ملا کر ملنا مراد ہے۔ ایک ملنا ہوتا ہے ضرورت کا مثلاً بازار گئے وہاں سب طرح کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے سو یہ ملنا مستثنیٰ(۴) ہے۔ ملنے سے مراد دوستی کا ملنا ہے۔ اسی واسطے حضور ﷺ نے ((علی دین خلیله))(اپنے خلیل کے طریق پر) فرمایا ہے۔ علی دین صاحبه (اپنے ساتھی کے طریق پر) نہیں فرمایا۔ خلیل کہتے ہیں جس کے ساتھ دل مل جائے۔

---

(۱) بعض روایات سے بیماری کا لگنا معلوم ہوتا ہے اور بعض سے نہ لگنا (۲) ہمیشہ لگتا ہے (۳) بُری صحبت کا بُرا اثر (۴) اس ملنے میں کوئی حرج نہیں۔

نیک صحبت اختیار کرنے میں عدمِ اہتمام

اب بتلایئے کہ اس پر کون نظر ڈالتا ہے کہ جو لوگ مجھ سے اس درجے میں ملتے ہیں وہ کیسے ہیں ضعیف الدین(۱) ہیں یا دیندار ہیں یا کسی نے اس کا کوئی خاص انتظام کیا ہو۔

میں دیکھتا ہوں کہ لوگ اپنی اولاد کے لئے کیسے کیسے فلاح کے کام سکھلاتے ہیں کوئی دنیا کے علوم سکھلاتا ہے کوئی علم دین پڑھاتا ہے کوئی صنعت وحرفت کی تعلیم دیتا ہے اور پرورش کا انتظام تو خیر حیوانات تک بھی کرتے ہیں اگر اولاد بیمار ہوجائے تو علاج میں سینکڑوں روپیہ خرچ کرڈالتے ہیں غرض اپنا روپیہ اپنا عیش وآرام اولاد پر نثار کردیتے ہیں مگر یہ فرمایئے کہ کسی نے اپنی اولاد کے لئے اس کی ساری عمر میں سے ایک معتد بہ حصہ یا سال میں ایک ماہ یا ایک ہفتہ ہی اس کام کے لئے بھی وقف کیا ہے کہ اس مدت میں وہ کسی نیک صحبت میں تہذیبِ اخلاق کے لئے رہا کرے اگر بڑی کسی کی توجہ ہوئی تو دو چار کلمے خود کہہ دیئے مگر یاد رکھو کہ عام کا خود بیدار کرنا کافی نہیں یہ تجربہ کیا گیا ہے کہ عام کا کہا ہوا نافع(۲) کم ہوتا ہے راز اس میں یہ ہے کہ کلام کے اندر اثر جب ہوتا ہے کہ کہنے والا خود عامل ہو اس لئے کہ بدون عمل کے لب ولہجہ میں قوت وصولت وشوکت(۳) نہیں ہوتی اور شوکت وصولت ہی کلام کے اندر بڑی چیز ہے یہی تو وہ شئے ہے جو قرآن کریم کے اندر ہے جس کو سنکر اہل عرب کے ہوش پرّان(۴) ہوگئے تھے۔

---

(۱)ان کا دین کمزور ہے(۲)عام کی نصیحت کرنے سے عموماً فائدہ کم ہوتا ہے(۳)قوت وعظمت نہیں ہوتی(۴)ہوش اُڑ گئے۔

بزرگوں سے لوگوں کا برتاؤ

چنانچہ میں ایک قصہ عرض کرتا ہوں کہ اس سے آپ کو کلام اللہ کی شوکت وصولت کا انداز ہوگا کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ ودعوتِ اسلام شروع فرمائی اور بتوں کی مذمت کی اور لوگ مسلمان ہونے لگے تو ایک روز رؤسائے مکہ جمع ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ انہوں نے ہمارے مجمع کو پریشان کردیا اور ہمارے معبودوں کی توہین کی کیا تدبیر کی جائے کہ یہ باز آجائیں اور اس فتنے کو سکون ہو، ایک شخص نے بیڑا اُٹھایا کہ میں ان کو کسی طرح لالچ دیکر راضی کرلوں گا کہ آئندہ سے وہ رک جائیں گے وہ احمق یہ سمجھا تھا کہ جیسے لوگ طالبِ زر(۱) یا دُنیا ہوتے ہیں ایسے ہی یہ بھی ہونگے آج کل بھی لوگ بزرگوں کو ایسا ہی سمجھتے ہیں اور بعض لوگ بزرگوں سے اس لئے تعلق پیدا کرتے ہیں کہ ان کے ذریعے سے روپیہ ہاتھ آجائے گا یا کوئی عورت مل جائے گی اور یہ غور نہیں کرتے کہ جب اس شخص نے دنیا کو اپنے لئے پسند نہیں کیا تو دوسروں کے واسطے کہاں سے لائیں گے۔ واللہ بڑا ظلم وستم ہے کہ اہل اللہ کے سامنے دنیوی اغراض پیش کی جائیں اہل اللہ کی خدمت میں دنیوی مقاصد لے جانے کی ایسی مثال ہے جیسے کسی جوہری کے پاس چارپائی بننے کے لئے لے جائیں یا سنار کے پاس کُھرپا لے جائیں کہ اس کو سان(۲) پر رکھدے اہل اللہ طبیبِ روحانی ہیں وہ امراض باطنی کے معالجے کے لئے ہیں ان سے یہی کام لینا چاہئے۔

آج کل یہی حالت ہے کہ کوئی نمک پڑھواتا ہے کہ میرا فلاں عورت سے

---

(۱) جیسے لوگ پیسے اور دنیا کے طالب ہوتے ہیں (۲) کسی سنار سے کھرپا تیز کرنے کی درخواست کرنا جیسے بیوقوفی ہے ایسے ہی بزرگوں سے طلب دنیا کی درخواست بے وقوفی ہے۔

نکاح ہوجائے کوئی تعویذ لکھواتا ہے کہ میرا مقدمہ فتح ہوجائے انا اللہ الخ۔حدیث میں ہے ((ارحموا ثلثة)) تین آدمیوں پر رحم کرو یعنی تین آدمی رحم کے قابل ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے ((عالم یلعب به الجهال)) یعنی وہ عالم کہ جس کے ساتھ جہلاء تمسخر کرتے ہوں اور یہ بھی تمسخر ہے کہ اس سے دوسرا کام لیا جائے جوہری کے پاس کُھرپا درست کرانے کے لئے لے جانا اس کے ساتھ تمسخر کرنا ہے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری مثال تو ایسی ہوگئی ہے جیسے کسی بخیل نے کوئی باورچی نوکر رکھ لیا اور اس سے بوجہ بخل کے نفیس کھانوں کے پکوانے کا کام کبھی لیتا نہ تھا وہ باورچی کہتا ہے کہ جناب کبھی کبھی تو پکوالیا کیجئے ورنہ میں تو آپ کے یہاں رہ کر اپنا فن بھی بھول جاؤں گا۔وہ ہی مثال علماء کی ہے جو ان کا کام ہے وہ ان سے نہیں لیا جاتا ہے مولوی تو اب اس کام کے رہ گئے ہیں کہ جنازہ کی نماز پڑھادی یا تعویذ گنڈا کر دیا اس نے یہ ریاضات اور مجاہدات (۱) تعویذ گنڈوں ہی کے لئے کئے تھے میں یہ نہیں کہتا کہ بزرگوں سے دنیا کی حاجت پیش نہ کرو ضرور پیش کرو مگر اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان کو دعا کے لئے کہو تعویذ گنڈا ان کا کام نہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ان حضرات میں شانِ عبدیت ہوتی ہے اور تعویذ کرنے میں تعویذوں پر کسی درجے میں ضرور اعتماد ہوجاتا ہے معمول لہ (۲) کو تو پورا اعتماد ہوتا ہے اور عامل کے اندر بھی اس کے درجے کے موافق یہ خیال ضرور ہوتا ہے پس یہ عبدیت اور توکل کے خلاف ہے۔اس لئے ان کو تعویذ گنڈوں سے انقباض (۳) ہوتا ہے باقی دعا خواہ دین کے لئے ہو یا دنیائے مباح کے واسطے ہو وہ عبادت ہے اس

(۱) یہ مشقیں اور مجاہدے کیا تعویذ گنڈوں کے لیئے کئے تھے (۲) تعویذ لینے والے کو (۳) طبیعت رکتی ہے۔

لئے دعا کی درخواست کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔اور وہ بھی جب کہ دین کی طلب ان سے زیادہ کر چکے ہوں یا کرنے کا ارادہ ہو اور گاہ گاہ دنیا کے لئے دعا کرالی۔ بہر حال لوگ اپنے اوپر قیاس کر کے بزرگوں کو بھی طالبِ دنیا سمجھتے ہیں۔

حضور ﷺ کی عظمتِ شان

اسی طرح اس شخص نے بھی جناب رسول اللہ ﷺ کو یہی سمجھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ آپ کا مقصود کیا ہے؟ اگر مال مطلوب ہے تو ہم چندہ جمع کر کے آپ کو بہت سامان جمع کر دیں اور اگر جاہ مقصود ہے تو ہم سب مل کر آپ کو سردار بنالیں اور عورتیں مرغوب ہیں تو قریش کی خوبصورت عورتیں آپ کے لئے حاضر ہیں مگر کیا ٹھکانا تحمل کا کہ آپ یہ سب سن کر ساکت (۱) رہے جب وہ سب تقریر ختم کر چکا تو آپ نے جواب میں بجز اس کے کچھ نہیں فرمایا ۔اعوذ اور بسم اللہ پڑھ کر یہ آیتیں تلاوت فرمائیں ((حٰمٓ ☆ تنزیل من الرحمن الرحیم☆ کتب فصلت اٰیته))الخ (حامیم۔ یہ کلام رحمٰن رحیم کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں صاف صاف بیان کی گئی ہیں) جب آپ پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہونچے ((فان اعرضوا فقل انذرتکم صٰعقة مثل صٰعقة عاد وثمود)) یعنی: (اگر یہ لوگ اعراض کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میں تم کو ایسی کڑک سے ڈراتا ہوں جو مثل کڑک عاد وثمود کے ہے) اس کلام کی شوکت ودبدبہ نے وہ اثر کیا کہ گھبرا گیا اور کہا میں سن نہیں

(۱) خاموش رہے۔

سکتا اور وہاں سے بھاگا اور آکر روسائے مکہ سے کہا کہ میری حالت تو اس شخص کے پاس جا کر عجیب ہوئی اور تمام قصہ بیان کیا اور کہا کہ جب آپ نے ((فان اعرضوا ۔الخ)) آیت پڑھی تو مجھے یقین ہو گیا تھا کہ مجھ پر اب بجلی گری اور اگر تھوڑی دیر اور بیٹھا رہتا تو میں اپنے دین کو جواب دے چکا تھا۔

فرمائیے! یہ کیا اثر تھا کلام الٰہی کی تو قوت تھی ہی لیکن پڑھنے والے چونکہ خود عامل تھے زیادہ اثر اس کا بھی تھا۔

اولاد کے لئے مربی کی ضرورت

پس نری اپنی تربیت کو کافی سمجھنا نادانی ہے اس لئے ضروری ہے کہ اپنی اولاد کے لئے جہاں ایک ماسٹر تجویز کیا ہے وہاں ایک مربی اخلاق بھی تجویز کیا جائے اور گاہ گاہ اس کے پاس بھی قصداً بھیجدیا جایا کرے اور وہاں بھیجنے کے مصارف برداشت کئے جایا کریں سو بتلائیے کتنے مسلمان اس کا اہتمام کر رہے ہیں اور وجہ اس مساہلۃ (۱) کی یہ ہے کہ اس کی ضرورت ہی کو نہیں جانتے اس لئے اس حدیث سے ضرورت اس کی ثابت کی جاتی ہے۔

حدیث کی تشریح

جاننا چاہیے کہ اس حدیث میں ایک جملہ خبریہ ہے اور ایک جملہ انشائیہ ہے ((المرء علی دین خلیله)) (ہر شخص اپنے دوست کے طریق پر ہوتا ہے) تو جملہ خبریہ (۲) ہے اور ((فلینظر)) الخ جملہ انشائیہ (۳) ہے جملہ خبریہ کا حاصل ایک

(۱) اس میں سستی کرنے کی وجہ یہ ہے (۲) جملہ خبریہ اس جملے کو کہتے ہیں جس میں کام کے ہونے نہ ہونے کی خبر دیجائے (۳) جملہ انشائیہ اس جملے کو کہتے ہیں جس میں کسی کام کے کرنے کا حکم دیا جائے۔

قاعدہ کلیہ ہے اور جملہ انشائیہ اس پر متفرع اور اس کا فائدہ ہے تو جملہ اولیٰ سے بھی مقصود یہی انشاء ہے اور وہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اب اس پر متفرع فرماتے ہیں کہ جب تم کو معلوم ہوگیا کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اور دین کی درستی ہے ضروری تو ہر شخص غور کرے کہ کس سے دوستی رکھتا ہے تا کہ اس کا اثر دین میں سمجھ سکے اور جملہ ((فلینظر)) (چاہئے کہ غور کرے) سے اہل زبان سمجھ سکتے ہیں کہ بعد نظر (۱) کے دو امر میں سے ایک امر تحقیق ہوگا یا تو یہ تحقیق ہوگا کہ وہ دیندار ہے اور یا یہ معلوم ہوگا کہ دین دار نہیں۔ پس ((فلینظر)) سے دو ارشاد ثابت ہوئے ایک یہ کہ دیندار سے دوستی کرو اور ایک یہ کہ غیر دیندار سے دوستی نہ کرو۔

اب ہم کو اپنی حالت دینی کو دیکھنا چاہئے سو ہماری حالت علی الاطلاق یہ ہے کہ جس نے جتنا دین اختیار کرلیا ہے اسی پر بس کئے ہوئے ہیں۔ ترقی نہیں کرتے حالانکہ آج کل ہر چیز میں ترقی کا سبق گایا جاتا ہے اور اخباروں اور پرچوں اور لیکچروں میں اس کی ترغیب ہے ہم ترقی کے مخالف نہیں لیکن یہ دریافت کرتے ہیں کہ دین کی ترقی بھی کسی درجے میں ضروری ہے یا نہیں اگر کہیں کہ ضروری نہیں تو ایسے شخص سے میرا خطاب نہیں ہے آپ کو تعجب ہوگا کہ ایسا کون ہوگا جو دین کی ترقی کا مخالف ہو۔

جہلاء کی بے خبری و گستاخی

میں عرض کرتا ہوں کہ آج کل ایسے بھی بہت ہیں ابھی میرے پاس ایک کتاب آئی ہے اس میں میرے ایک دوست نے شعبِ ایمانیہ کی تفصیل لکھی ہے کہ

(۱) غور کرنے سے پتہ چل جائے گا کہ دو باتوں میں سے ایک بات یقینی ہے

ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخیں ہیں یہ مضمون حدیث کا ہے ان شعبِ (۱) کی انہوں نے تفصیل لکھ دی ہے اور میرے پاس لکھا ہے کہ میں نے یہ کتاب اپنے ایک عزیز دوست کے پاس جو وکیل ہیں بھیجی تھی انہوں نے اس کے جواب میں لکھا کہ تم نے ایمان کو بہت طویل کردیا ایمان کیا ہے شیطان کی آنت ہے زمانے کا اقتضاء (۲) تو یہ ہے کہ ایمان کو مختصر کرو توبہ توبہ استغفر اللہ۔ بتلایئے ایسے شخص کو کیوں کر مؤمن کہا جائے؟ دیکھئے یہ تحریر اس شخص کی بتلارہی ہے کہ یہ شخص یا تو دین سے بالکل ہی بے خبر ہے اور یا اعلیٰ درجے کا بے ادب ہے۔ اس لئے اگر ناواقفی سے کہا ہے تو بے خبر ہے اتنی خبر نہیں کہ ایمان کے اندر گھٹانا بڑھانا کیا کسی کے اختیار میں ہے اور اگر عقائد شرعیہ کو جانتا ہے تو بڑا گستاخ ہے۔

ایمان میں اختصار ممکن نہیں نادان بڑھیا کی تمثیل

صاحبو! ایمان اور اس کے سب فروع اور شریعت کا تو ہر جزو ایسا ہے کہ اگر اس میں سے ایک ذرہ برابر بھی کم کردیا جائے تو اتنی ہی اس میں بدنمائی ہوجائے گی اور اس اختصار کی ایسی مثال ہوگی جیسے شاہی باز اُڑ کر ایک بڑھیا کے گھر چلا گیا بڑھیا نے اس کو پکڑ لیا اس کی چونچ دیکھی تو بہت بڑی ہے بہت افسوس کیا کہ ہائے یہ کیسے کھاتا ہوگا؟ قینچی لے کر اس کی چونچ کتر دی، پنجے پانوں دیکھے تو وہ بھی لمبے لمبے تھے کہنے لگی ہائے یہ چلتا کیسے ہوگا؟ پنجے بھی کتر دیئے غرض جو چیزیں اس میں کمال کی تھیں وہ سب اُڑا دیں اسلام میں اگر اختصار کیا جائے گا تو اس باز کی سی حالت ہوگی وہ اسلام ہی کیا رہے گا یہ تو کیفیت ہے لوگوں کی بے باکی کی اور اس پر بھی اپنے کو مسلمان کہتے اور لکھتے

(۱)۔ان شعبوں کی (۲) زمانے کا تقاضا تو یہ ہے۔

ہیں ان کا اسلام کسی شئے سے نہیں جاتا نہ مارے مرے نہ ٹالے ٹلے۔

طلاق کے بارے میں کوتاہی

جیسے ہندوستان کا نکاح کہ طلاق بھی دے دینگے مگر برابر اس کو گھر ہی میں ڈالے رکھتے ہیں۔

میرے پاس ایک سوال آیا تھا کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی اس نے کہا میں طلاق نہیں لیتی ۔طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور ایسے واقعات میں نے خود دیکھے ہیں کہ تین طلاق دیدیتے ہیں اور پھر اس کو گھر میں رکھتے ہیں اور بخوف آبرو ریزی کے تحلیل (۱) بھی نہیں کرتے بس بس جیسا یہ نکاح ایسا ہی ان حضرات کا ایمان ہے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی کرلیں احکام کے ساتھ تمسخر کرلیں اور علماء تو بیچارے کس شمار میں ہیں وہ تو شب وروز ان کے تختۂ مشق ہیں اور پھر مؤمن کے مؤمن۔ پھر مولویوں کو بدنام کرتے ہیں کہ ہم کو کافر بناتے ہیں۔

صاحبو! کافر بنانا تو یہ ہے کہ کلماتِ کفر کی تعلیم دیتے ہیں مولوی کافر بناتے نہیں ہاں جب تم کفر کا ارتکاب کرتے ہو تو یہ کافر بتادیتے ہیں۔نون کی جگہ تے کہو بس اسلام کے نرے دعوے ہی دعوے ہیں۔

دین کی ناقدری

غرض ایسے بھی لوگ موجود ہیں جو ترقی ایمان کیا نفسِ ایمان ہی کو ضروری نہیں جانتے ۔یہ تقریر تو اس جواب پر تھی کہ ترقی دین ضروری نہیں اور اگر کہو کہ ترقی دین بھی ضروری ہے تو جناب ترقی دین کا طریقہ بھی تحقیق کیجئے ۔سو وہ صرف تمنا سے

(۱) بے عزتی کے ڈر سے حلالہ بھی نہیں کرتے

نہیں ہوتی بلکہ جیسے ہر شئے کے استاد ہیں ایسے ہی اس کے بھی راہ نما موجود ہیں ترقی ان کی صحبت سے ہوتی ہے آپ لوگ بس اس جزو کے تارک ہیں کہ صحبت نیک کا کسی درجے میں بھی اہتمام نہیں ہے۔ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علم سے زیادہ ضرورت صحبت کی ہے اس لئے کہ دیکھا جاتا ہے کہ جو لوگ صحبت یافتہ بزرگوں کے ہیں وہ ایسے اہل علم سے بہتر ہیں جو صحبت یافتہ نہیں لیکن ہماری یہ حالت ہے کہ صحبت ہی کو ہم نے چھوڑ رکھا ہے اور اصل منشاء ضروری اس کا یہ ہے کہ دین ہی کو ضروری نہیں جانتے۔

صاحبو! غضب کی بات ہے کہ کھانا ضروری، پینا ضروری، پہننا ضروری اور دنیا کے سب سامان ضروری اگر غیر ضروری ہے تو صرف دین ہے لیکن جب دین نہ ہوا تو خواہ دنیا کتنی ہی ہو کس کام کی سید اکبر حسین صاحب جج کا شعر مجھ کو تو بہت ہی پسند آیا۔

نہ نماز ہے نہ روزہ نہ زکوۃ ہے نہ حج ہے
تو پھر اس کی کیا خوشی ہو کوئی جنٹ کوئی جج ہے

جب دین ہی کو ضروری نہیں سمجھتے تو جو اس کا ذریعہ ہے اس کو کیوں ضروری سمجھیں گے۔

اور دوسرا سبب اس ترک کا کبر ہے کہ ہم دوسرے اپنے جیسے کے کیوں محتاج ہوں ہمارے اندر کونسی بات کم ہے۔ صاحبو! اگر آپ کی گنّی (۱) گم ہو جائے اور یہ معلوم ہو کہ وہ کسی حقیر بھنگی کے پاس ہے تو اس سے اس کو مانگو گے۔ افسوس ہے کہ دولت دنیا کی تو یہ قدر کہ اپنے سے زیادہ ذلیل سے مانگتے ہوئے بھی عار (۲) نہیں اور دین کی جو

(۱) اشرفی۔ سونے کا ایک سکہ۔ (۲) شرم نہیں۔

تمہارا ہی تھا اور اب وہ تمہارے پاس سے گم ہوگیا ہے اس کو اپنے مثل سے طلب کرتے ہوئے تنگ دامنگیر (۱) ہے۔

انتخاب پیر میں کی جانے والی کوتاہیاں

ایک تعلقہ دار نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کوئی ایسا پیر بتلاؤ جو خود بھی شاندار ہو اور مریدوں کی بھی عزت کرتا ہو ان کو حقیر ذلیل نہ سمجھتا ہو۔ یہ تکبر ہے کفار نے بھی یہی کہا تھا ((لولا نزل هذا القرآن على رجل من القريتين عظيم)) یعنی (یہ قرآن شریف دو بستیوں (مکہ وطائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ اُترا) وہ ہی تکبر موروث چلا آتا ہے اور اگر کبھی صحبت کی طرف توجہ ہوتی بھی تو یا تو ایسے شخص کی طرف ہوتی ہے جس کے پاس خود نا تمام ذخیرہ ہو اور وہ خود ہی محتاج اصلاح اور یا ایسے کی طرف ہوتی ہے جو صاحب تصرف وخوارق (۲) ہو اگرچہ روزہ نماز کچھ نہ کرتا ہو۔

ایک پیر صاحب تھے نماز نہ پڑھتے تھے ان کے مرید یہ کہا کرتے تھے کہ پیر صاحب مکہ معظّمہ میں جا کر نماز پڑھتے ہیں۔ ایک شخص نے خوب جواب دیا کہ کیوں صاحب کھانے اور بول وبراز کرنے کے لئے تو ہندوستان ہے اور نماز کے لئے مکہ؟ اگر نماز وہاں پڑھتے ہیں تو کھانا بھی وہاں ہی کھالیا کریں۔

سچے بزرگوں کی شان

بعض لوگ بزرگوں سے اس لئے تعلق رکھتے ہیں کہ ان سے دنیا کا کام بن جائیگا اور ان کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جو کچھ ان کے منہ سے نکلے گا وہی ہو جائے

---

(۱) شرمندگی ہوتی ہے (۲) ایسے پیر کی تلاش ہوتی ہے جو توجہ ڈال کر حالت بدل دے خود کچھ نہ کرنا پڑے اور اس سے کرامات کا ظہور ہوتا ہو۔

گا ایک شخص مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی کی خدمت میں آیا اور کچھ حاجت پیش کی حضرت نے فرمایا کہ میں دعاء کروں گا کہنے لگا کہ دعاء تو میں بھی کر سکتا ہوں یوں کہد یجئے کہ اس طرح کر دیا۔

یاد رکھو! بزرگوں کے اختیار میں کوئی شئے نہیں ہے ان کا کام محض دعا کرنا ہے دعاء کے سوا کچھ نہیں کر سکتے پیلی بھیت میں بزرگ تھے ان کی خدمت میں ایک بڑھیا آئی اور اس نے اپنی کوئی حاجت پیش کی ءانہوں نے اپنے خادم سے کہا کہ بڑھیا سے کہدو کہ اللہ تعالیٰ فضل کرے، اس خادم نے یہ کہا کہ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فضل کرے گا لفظ ''کرے گا'' سن کر بے چین ہوگئے کہ میں نے یہ کب کہا تھا کہ فضل کریگا۔ میرا زور کیا ہے؟ میں کیا چیز ہوں؟ پھر جا کر کہو کہ میں نے یہ کہا ہے، سچے بزرگ یہ لوگ ہیں لیکن ایسوں کو بزرگ نہیں سمجھتے۔

مجذوبوں کے اقوال کی حقیقت

بزرگ سمجھتے ہیں شرابیوں کو اور جو ننگے اول فول بکتے پھرتے ہیں یا مجذوبوں سے اعتقاد رکھتے ہیں وہ بھی محض دنیا کے واسطے۔ بابری میں ایک بزرگ مجذوب ہیں سٹے والوں نے ان کو تنگ کر دیا ہے وہ بیچارے پریشان ہیں وہ کچھ بڑ ہانک دیتے ہیں یہ لوگ اس میں سے کچھ الفاظ نکال کر ان سے کچھ استنباط کر لیتے ہیں۔

یاد رکھو! مجاذیب سے تعلق اسی کو ہوگا جو دنیا دار ہو اس لئے کہ مجذوب سے دین کا تو کچھ فائدہ کسی کو ہوتا نہیں اور دنیا کا فائدہ بھی صرف لوگوں کے زعم میں ہے واقع میں وہ بھی نہیں لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ ان کے کہنے سے یوں ہوگیا حالانکہ ان کے

کہنے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ ان کے منہ سے وہی باتیں نکلتی ہیں جو ہونے والی ہیں اگر وہ نہ بھی کہتے جب بھی وہ بات ہوتی غرض صحبت نیک کی طرف توجہ بھی ہوئی تو اس بیہودگی کے ساتھ ہماری وہ حالت ہے۔

چوں گرسنہ میشوی سگ میشوی　　　　چوں کہ خوردی تندو بدرگ میشوی

(اگر بھوکے ہوتے ہو تو سگ ہوجاتے ہو اور جب کھاتے ہو تو تندخو اور بدرگ ہوجاتے ہو)۔

نیک صحبت کا اہتمام

یعنی یا تو صحبت کی طرف توجہ ہی نہ تھی صحبت بھی اختیار کی تو وہ بھی دنیا ہی کے واسطے دینداروں سے دنیا طلبی یہی سخت غلطی ہے نیک صحبت سے دین کا فائدہ حاصل کرنا چاہئے۔الحاصل نیک صحبت کا اختیار کرنا نہایت ضروری ہے ہر شخص کو چاہئے کہ اپنی صحبتِ موجودہ میں نظر ثانی کرے اور بُری صحبت چھوڑ کر نیک صحبت اختیار کرے۔

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد　　　　فدائے یک تن بیگانہ کا شنا باشد

(یعنی ہزار اپنے جو خدا تعالیٰ سے بیگانہ ہوں اس ایک غیر پر قربان ہیں جو خدا تعالیٰ کا آشنا ہو)۔

بُری صحبت سے بچنے کی تدبیر

اگر تم اپنے دوستوں میں بددینی پاؤ تو میں یہ نہیں کہتا کہ ان کو چھوڑ دو بلکہ تدبیر سے کام لو مثلاً ان سے کہو کہ بھائی ہم تو آج سے نمازی ہوگئے ہیں اگر تم ہمارے دوست ہو تو تم بھی نماز شروع کردو باوجود فہمائش اور تدابیر کے وہ نہ مانیں تو ان کو چھوڑ

دو اس لئے کہ جو خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اس سے کچھ توقع خیر خواہی کی نہیں ہوسکتی اور اگر تم اس سے ملتے رہے تو تم بھی اسی کے ذیل (۱) میں ہو گے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ایام عذر میں جو لوگ سرکار کے باغیوں سے ملتے تھے یا ان کی طرف داری کرتے تھے وہ بھی باغی ہی شمار ہوتے تھے۔ پس باغی کا دوست بھی باغی ہی ہے اگر آپ کو معلوم ہو جائے کہ ایک شخص ہمارے باپ کا دشمن ہے، کیا اس سے آپ ملیں گے؟ پھر کیا خدا تعالیٰ کے باغی و مخالف سے اتنی منافرت (۲) بھی نہ ہو۔

بُری صحبت کا انجام

حدیث شریف میں ہے ایک گاؤں کی نسبت جبریل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اس کو الٹ دو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اس گاؤں میں ایک شخص ہے کہ اس نے کبھی نافرمانی نہیں کی فرمایا کہ مع اس کے الٹ دو اس لئے کہ یہ ہماری نافرمانی دیکھتا ہے اور کبھی اس کو تغیر تک نہیں ہوا۔

تعصب یا غیرت ایمانی

صاحبو! اگر کوئی ہماری ماں کو گالیاں دے تو اس کو ٹھنڈے دل سے سن نہیں سکتے لیکن اگر دین کے جوش میں کوئی مولوی متغیر ہو جائے تو اس کو متعصب قرار دیتے ہو اگر کوئی کہے کہ اگر یہی تغیر ہے تو پھر اپنے شبہات کو ہم کیسے دفع کریں گے۔

صاحبو! شبہات دفع کرنے کا طریق اور ہے وہ یہ کہ اگر سچ مچ دین کی تحقیق کرنا منظور ہے تو سوال کے اندر شائستگی اور ادب کا طرز ہو۔ لوگوں کی حالت تو یہ ہے کہ سوال ہی خود اعتراض کے لئے کرتے ہیں۔ اول خود ایک اپنی رائے قائم کر لیتے

(۱) اسی کے حاشیہ برداروں میں شمار ہو گے (۲) اتنی نفرت بھی نہ ہو۔

ہیں اور پھر معترضانہ سوالات کرتے ہیں اور عنوان ایسے اختیار کرتے ہیں کہ جس سے دل دکھتا ہے۔

بے ہودہ اعتراضات

مثلاً وہی وکیل جس کا قصہ اوپر آچکا ہے اگر ایمان کو شیطان کی آنت نہ لکھتا اور اس مقصود کو دوسرے الفاظ سے تعبیر کرتا تو اتنا دل نہ دکھتا۔

ایک شخص نے قصۂ آدم علیہ السلام کا انکار کیا ہے اور طعن آمیز دلخراش (۱) عنوان اختیار کیا ہے کہ وہ جو مؤذنوں کے باوا آدم ہیں یہ اچھا خاصہ مسخراپن (۲) ہے فرشتوں کا انکار ایسی ہی بیہودگی کے ساتھ کیا ہے عنوان شبہہ کا یہ ہے کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے وہ آسمان زمین کے درمیان میں چیلوں کی طرح منڈلاتی پھرتی ہے اگر اسی کو دوسرے عنوان سے بیان کرتا تو اتنا دلخراش نہ ہوتا ۔اگر کوئی کسی کو یہ کہے کہ سُنا ہے کہ تمہاری اماں جان چکلے میں بیٹھا کرتی تھی یہ صحیح ہے یا غلط؟ یہی حضرات جو مولویوں کو رائے دیتے ہیں کہ اعتراض کو ٹھنڈے دل سے سن کر جواب دینا چاہئے گو عنوان اعتراض کا کیسا ہی ہو غور فرمالیں کہ خود ان ہی کو کتنا بُرا معلوم ہوگا پھر دین کے اندر کیسے گوارا کرلیا جائے کہ اس کے ساتھ تمسخر کیا جائے لیکن ہم لوگوں کی آج کل یہ حالت ہوگئی ہے کہ سب کچھ سنتے ہیں اور تغیر تک بھی نہیں آتا۔

صحبت کا اثر

یہ سب بد دین لوگوں کی صحبت اور قرب کا اثر ہے کہ حمیت اور غیرت بھی جاتی رہی بد دین کی صحبت کا اول یہی اثر ہوتا ہے کہ منکر (۳) پر تغیر نہیں آتا۔اسی طرح

(۱) دل زخمی کرنے والا عنوان (۲) مزاق ہے (۳) جو چیز شرعاً ممنوع ہے اس کو دیکھ کر طبیعت میں تغیر نہیں ہوتا۔

دیندار کی صحبت کا اول اثر یہ ہوتا ہے کہ ایک تو اس کو شبہہ ہوتا ہے کہ میرے اندر فلانی کمی ہے اور دوسرے بُری بات اس کو بُری معلوم ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ تمام رذائل(۱) جاتے رہتے ہیں اس لئے نیک صحبت کا بہت ہی اہتمام کرنا چاہئے اس وقت نہ خود بُری صحبت سے بچتے ہیں نہ اپنے بچوں کو بچاتے ہیں جہاں وہ چاہتے ہیں پھرتے ہیں جہاں چاہتے ہیں بیٹھتے ہیں بددینوں سے ان کو پڑھاتے ہیں اس کا خیال نہیں کیا جاتا کہ ان کے اخلاق درست ہوں، عقائد فاسد نہ ہوں پھر علماء کو بدنام کیا جاتا ہے کہ انگریزی سے منع کرتے ہیں آپ اگر نیک صحبت کا التزام(۲) واہتمام کریں تو انگریزی سے کون منع کرتا ہے؟ منع تو اسی واسطے کیا جاتا ہے کہ بُری صحبت سے لڑکے میں خراب عقائد واخلاق پیدا ہو جاتے ہیں۔

انگریزی پڑھنے کا حکم

ورنہ انگریزی تو ایک زبان ہے اس کا سیکھنا مباح ہے آگے اس کو ذریعہ معاش بنانا یہ دوسرا مسئلہ ہے اس کی اباحت فی نفسہا سے اس کا علی الاطلاق جواز لازم نہیں آتا بلکہ اس کی تفصیل ہے کہ بعض ملازمتیں جائز ہیں بعض ناجائز۔ اس میں انگریزی کی کوئی خصوصیت نہیں عربی پڑھنے والوں کی نسبت بھی یہی تفصیل ہے کہ اگر پڑھ کر پڑھانے میں مشغول ہو گئے تو یہ تو جائز بلکہ عبادت ہے اور اگر وعظ گوئی کا پیشہ بنالیا یا پیری مریدی اسی نیت سے کی کہ دنیا حاصل ہو یہ ناجائز ہے۔ ہاں اگر بلا حرص وطمع محض محبت واخلاص سے کوئی شخص کچھ پیش کرے تو مضائقہ نہیں۔ باقی اسی واسطے اگر دکان پھیلائی کہ دنیا حاصل ہو تو حرام ہے اسی طرح ہر زبان ہر علم میں یہی تفصیل

(۱) تمام بُری باتیں چھوٹ جاتی ہیں (۲) نیک صحبت اختیار کرنے کا اہتمام کریں۔

ہے فی نفسہٖ زبان کو کوئی منع نہیں کرتا مگر اب تو انگریزی پڑھ کر مسلمان ہی نہیں رہتا خاص کر کسی آزاد کالج میں گو وہ اسلامی کہلاتا ہو پڑھنا کہ سَمِّ قاتل(۱) ہے بہت سے واقعات اس کے شاہد ہیں گورنمنٹ اسکولوں میں پھر بھی اتنی خرابی نہیں ہے اس لئے کہ وہاں غیر قوموں سے مقابلہ رہتا ہے جیسی ان اسلامی آزاد کالجوں میں خرابی ہے۔

بُری صحبت کا انجام

ایک ایسے ہی کے پڑھے ہوئے ایک لڑکے سے میں نے کہا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے ؟ کہنے لگا کہ نماز کس کی پڑھوں؟ مجھ کو تو خدا کے وجود ہی میں شک ہے مجھے سخت صدمہ ہوا اس کے بعد وہ لڑکا بھی چشم نم ہوا اور اس نے کہا کہ اس کا وبال میرے ماں باپ کی گردن پر ہے کہ انہوں نے مجھ کو ایسی جگہ تعلیم کے لئے بھیجا اپنے ہاتھوں اپنی اولاد کو بگاڑتے ہیں اگر اول ہی سے اس کی روک تھام کریں تو بُری صحبت سے بچائیں نیک صحبت کا اہتمام کریں تو یہ نوبت کیوں آئے؟ صحبت کا وہ اثر ہے کہ آدمی جیسی صحبت میں رہتا ہے ویسا ہی ہو جاتا ہے۔

صحبتِ صالح ترا صالح کند　　　صحبتِ طالح ترا طالح کند

(یعنی نیک آدمی صحبت تم کو نیک بنادیگی اسی طرح بد بخت کی صحبت تم کو بد بخت بنا دیتی ہے۔)

تا توانی دور شو از یارِ بد　　　یار بد بدتر بود از مارِ بد

(یعنی جب تک تم سے ہو سکے بُرے دوست سے دور رہو۔ کیوں کہ بُرا دوست بُرے سانپ سے بھی بدتر ہے)

---

(۱) مار دینے والے زہر کی مانند ہے۔

ماربدتنہا ہمیں بر جاں زند　　　یارِ بد بر جاں و بر ایماں زند

(بُرا سانپ تو جان پر ہی حملہ کرتا ہے اور بُرا دوست جان اور ایمان دونوں پر حملہ کرتا ہے یعنی سانپ سے تو جان ہی جاتی ہے اور بُرے یار سے جان اور ایمان دونوں جاتے رہتے ہیں۔)

نیک صحبت کا فائدہ

یک زمانے صحبت با اولیا　　　بہتر از صد سالہ طاعت بی ریا

(تھوڑی دیر کی اللہ والوں کی صحبت سو سالہ طاعت بے ریا سے بھی بہتر ہے)

ہر کہ خواہد ہمنشینی باخدا　　　گو نشیند در حضورِ اولیا

(یعنی جو شخص خدائے تعالیٰ کی ہم نشینی کا طالب ہو تو اس سے کہو کہ اولیاء اللہ کی صحبت میں بیٹھو۔۱۲)

مرزا مظہر جان جاناںؒ کی حکایت سنی ہے کہ ان کی مجلس میں یہ حدیث شریف بیان کی گئی کہ ایک ساعت ایسی ہوتی ہے کہ جو کچھ دعا اس میں کی جائے قبول ہوتی ہے۔شرکاء جلسہ کے آپس میں تذکرہ ہوا کہ اگر وہ ساعت مل جائے تو اس ساعت میں کس شئے کی دعا کرنا چاہئے؟ کسی نے کچھ کہا، کسی نے کچھ۔مرزا صاحب نے فرمایا کہ ہم تو صحبت نیک کی دعا کریں یہ بڑی چیز ہے اور تمام خیر کی جڑ یہی ہے اور عزلت سے یہ افضل ہے البتہ اگر صحبت نیک کسی وقت میسر نہ ہو تو اس وقت عزلت(۱) ضروری ہے۔پس اس میں یہ تفصیل ہے بعض لوگوں کو عزلت میں غلو(۲) ہو گیا ہے کہ انہوں نے یہ تفصیل نہیں کی۔

(۱) تنہائی (۲) بعض لوگ خلوت اختیار کرنے میں بھی حد سے گزر گئے۔

خلوت کے فوائد

مگر مولاناؒ اس کا کیا خوب جواب دیتے ہیں کہ اے شخص تو جو خلوت کو صحبت پر مطلقاً ترجیح دے رہا ہے سو تجھ کو یہ بھی خبر ہے کہ اس خلوت کی خوبیاں بھی تجھ کو جلوت ہی کی بدولت معلوم ہوئی ہیں۔ پس عزلت کو صحبت پر کیسے ترجیح ہوسکتی ہے؟ ہاں نیک صحبت اگر میسر نہ ہوتو پھر تنہائی خوب ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ تنہائی میں جی گھبراتا ہے۔ صاحبو! تمہارے اندر تو وہ باغ ہے کہ اگر اس میں مشغول ہوتو تم کو تو اس کی سیری سے فرصت نہ ملے پھر جی گھبرانا چہ معنی؟(۱) لیکن چونکہ تم اس کی طرف متوجہ نہیں ہو اس لئے نظر نہیں آتا تنہائی میں اول اول جی گھبرائے گا اور جب اللہ کا نام لوگے تو رفتہ رفتہ وہ حالت ہوجائے گی کہ پھر کسی کے پاس بیٹھنے سے جی گھبرانے لگے گا جو لوگ بے اطمینانئ معاش سے دنیا کے کام کاج میں مشغول ہیں ان کی تو کیا شکایت ہے؟ مجھے زیادہ افسوس ان لوگوں پر ہے کہ کھانے پینے کی ان کو فراغت ہے اور کوئی کام ان کے ذمہ نہیں اور پھر وہ اپنا وقت چوپالوں اور بیٹھکوں میں بیٹھ کر برباد کرتے ہیں اور ہر وقت فضول باتیں بنایا کرتے ہیں کہ اخبار زمیندار میں آج یہ خبر ہے، وکیل نے یہ لکھا ہے، فلاں جگہ طاعون ہو رہا ہے، فلاں جگہ قحط ہے۔ حضرت بہلول رحمہ اللہ سے کسی نے کہا کہ اناج گراں ہوگیا ہے فرمایا کہ ہم کو کیا فکر ہے ہم کو جو کام بتلایا گیا ہے وہ کرنا چاہئے رزق دینا ان کا کام ہے سمجھدار لوگ یہ تھے۔

---

(۱) پھر دل گھبرانے کا کیا مطلب۔

فضولیات سے احتراز

اہل اللہ نے فضولیات سے یہاں تک احتیاط کی ہے کہ ایک مرید نے اپنے پیر کو دوسری جگہ سے لکھا ہے کہ کفار و مسلمانوں میں یہاں جھگڑا ہو رہا ہے آپ دعا فرمایئے۔ان پیر صاحب نے لکھا کہ ہم نے تم کو وہاں اسلئے نہیں بھیجا کہ خبریں لکھا کرو اپنا کام کرو صاحبو! ان فضولیات کو چھوڑ دو اور جو اصلی کام ہے اس میں مشغول ہو اللہ تعالیٰ نے تم کو معاش سے بےفکر کیا ہے یہ بڑی دولت ہے کسی نے خوب کہا ہے

خوشا روزگارے کہ دارد کسے — کہ بازار حرصش نباشد بسے

(یعنی فراغت عجیب چیز ہے اگر کسی کو حاصل ہو زیادہ کی اس کو طمع نہ ہو)

بقدر ضرورت یسارے بود — کند کارے از مردِ کارے بود

(ضرورت کے موافق اس کے پاس مال بھی ہو تو اس کو کچھ کرنا چاہیئے اپنے اوقات کو فضولیات میں ضائع نہ کرنا چاہیئے)

پس یہ چوپالوں اور بیٹھکوں کی صحبت بہت زیادہ قابل انسداد (۱) ہے اور وہ شئے (۲) جو انجن ہے ان سب کے کھینچنے کا جو گھروں سے ان کو نکال نکال کر یہاں بٹھلاتا ہے وہ حقہ ہے وہ تو قابل جلا ہی دینے کے ہے میری سمجھ میں اس اختلاط کا زیادہ سبب یہی آیا اسی واسطے میں نے اس کی تخصیص کی اگر علاوہ اس کے اور اسباب ہوں اجتماع کے ان سب کو بھی قطع کر دو۔الحاصل بُرے دوستوں کو چھوڑو پھر اگر نیک صحبت میسر ہو تو اس کو اختیار کرو ورنہ تنہائی میں رہو۔

---

(۱) ڈیرے وغیرہ پر بیٹھ کر باتیں بنائی جاتی ہیں ان سے بچنے کی بہت ضرورت ہے (۲) وہ چیز۔

خدا کے ہو جاؤ جیسے بیوی شوہر کی ہو جاتی ہے

اور مجھے افسوس ہے کہ تم مرد ہو کر اپنے پرانے تعلق والوں کو چھوڑنے کی ہمت نہیں کر سکتے حالانکہ ایسا ہی کام ایک چھوٹی سی لڑکی کر کے دکھلا دیتی ہے۔ دیکھو لڑکی کی جب تک شادی نہیں ہوتی تو اس کی اور حالت ہوتی ہے وہ یہ کہ ماں باپ کا گھر اس کا گھر ہے، ماں باپ کا دوست اس کا دوست ہے، ماں باپ کا دشمن اس کا دشمن ہے اور جب شادی ہو کر شوہر کے یہاں جاتی ہے تو اس کی حالت میں ایک عظیم تغیر آ جاتا ہے وہ سمجھتی ہے کہ آج سے میرا گھر وہ ہے جو شوہر کا گھر ہے، دوست کون ہے جو شوہر کا دوست ہے، دشمن کون ہے جو شوہر کا دشمن ہے۔ دیکھو ایک تیرہ چودہ برس کی لڑکی نے ایک ذات واحد کے سامنے سب کو آگ لگا دی اور اسی کی ہو رہی اور سب پرانے تعلقات کو رخصت کیا حتیٰ کہ اگر پرانے دوستوں میں سے آج کوئی شخص اس نئے دوست یعنی شوہر کا دشمن ہو تو وہ لڑکی اس کو دشمنی کی نظر سے ہی دیکھنے لگتی ہے افسوس تم مرد ہو کر اس طرح سے ایک ذات کے نہیں ہو سکتے ہو۔ تمہارا مذہب یہ ہونا چاہئے کہ

دلآرامی کہ داری دل در د بند　　　　دِگر چشم از ہمہ عالم فرد بند

(جس دلآرام سے تمہارے دل کو تعلق ہے پھر تمام عالم سے آنکھیں میچ لو یعنی جب محبوبِ حقیقی سے تعلق رکھتے ہو تو غیر اللہ سے تعلقات قطع کر لو)

خلیل آسا در ملکِ یقیں زن　　　　نوائے لا اُحِبّ الآفلین زن

(حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح یقین کے ساتھ لا احب الآفلین (یعنی

فانی اورغائب ہونے والی چیزوں سے ہم محبت نہیں کرتے) کی صدا بلند کرو)

اس نابالغ لڑکی نے تو اتنی ہمت کی کہ کر کے دکھلا دیا اور ہم مرد ہیں کوئی ہم میں سے بچاس برس کا ہے کوئی ساٹھ برس کا کوئی چالیس کا آج ہم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ پرانے دوستوں کو جو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہوں آگ لگا کر اہل اللہ کی صحبت اختیار کریں اگر سچ پوچھتے ہو تو ہم اس تیرہ چودہ برس کی لڑکی سے بھی گئے گذرے ہوئے ہیں۔

اصلاح کا نسخہ

اب آپ کی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ نیک صحبت کیا شئے ہے اب ہم کو چاہئے کہ آج ہی اس کا عہد کرلیں کہ نیک صحبت اختیار کریں گے اور اس کا معمول مقرر کرینگے اور اگر نیک صحبت میسر نہ ہو تو بُری صحبت سے تو بچنا چاہیے۔ کسی مریض کو اگر دوا میسر نہ ہوتی ہو تو پرہیز تو اس کو لازمی ہے اور اول تو نیک صحبت مفقود نہیں (۱) ہوئی حضرات بزرگانِ دین موجود ہیں اور بالفرض اگر کسی جگہ کوئی ایسا نہ ہو تو پھر تنہائی سب سے بہتر ہے مگر تنہائی میں بیکار نہ بیٹھو بلکہ بزرگوں کے تذکرے، اہل ہمت کی حکایات کا مطالعہ کیا کرو صحبت نیک کے ہی قریب قریب اس کا بھی اثر ہے آج کل تو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہم کو تو کچھ کرنا نہ پڑے ایک نظر میں کوئی بیڑا پار کردے میں کہتا ہوں کہ ایسا قدرتِ حق کے سامنے تو ممکن ہے لیکن عادت نہیں یہ ایسا ہی ہے جیسے مریم علیہا السلام کے بے شوہر عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہو گئے تھے اور آدم علیہ السلام سے بدون بی بی حوا پیدا ہوگئی تھیں پھر کیا کسی کو آج بھی اس پر قناعت ہے کہ بدون میاں یا بدون بی بی کے

---

(۱) ناپید نہیں۔

اولاد ہونے کا خیال کرے؟ پس خدا تعالیٰ کو بیشک اس پر قدرت ہے کہ بغیر کچھ کئے بھی عطا فرمادیں لیکن ایسا شاذ و نادر ہوتا ہے دینے والے تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں لیکن عادۃ اللہ یہ جاری ہے کہ کرے گا تو ملے گا ہم نے ان لوگوں میں سے کسی کو اس پر قناعت کرتے نہیں دیکھا کہ تجارت زراعت نوکری نہ کریں اور اس امید پر بیٹھے رہیں کہ کہیں سے خزانہ مل جائیگا میں یہ نہیں کہتا کہ صرف ذکر و شغل ہی کرو اور دنیا کے سب کام چھوڑ دو اور تسبیح لے کر کونے میں بیٹھ جاؤ یہ ہر شخص کا کام نہیں۔ میرا مقصود یہ ہے کہ صرف آپ نیک صحبت اختیار کرلیں اور بُری صحبت سے بچیں اور تنہائی میں بزرگوں کے تذکرے دیکھا کریں لیکن تذکروں اور حکایتوں سے گذر کر حقائق و معارف کی کتابیں نہ دیکھیں صرف جن کتابوں میں حکایتیں ان حضرات کی ہمت کی باتیں اور اخلاقِ ذمیمہ کے معالجات ہیں بس وہ دیکھا کریں ان کا دیکھنا مفید ہوگا۔

ایک شبہ کا جواب

اب یہاں پر ایک شبہ رہا وہ یہ کہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہم تو بزرگوں کے پاس مدتوں سے رہتے ہیں کوئی دس برس رہا کوئی پانچ برس ہماری حالت تو جیسی تھی اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ صاحبو! بزرگوں کے پاس جانے اور رہنے کی مختلف حیثیتیں ہیں ایک شخص مدت سے طبیب کے پاس رہتا ہے اور امراض میں مبتلاء ہے وہ یہ شکایت نہیں کرسکتا کہ میں مدت سے طبیب کے پاس ہوں میں تندرست نہیں ہوا اس کو یہی کہا جائیگا کہ بھائی تم نے علاج بھی کیا؟ معالجہ کرکے اگر شکایت کرو تو بجا ہے اسی طرح بزرگوں کے پاس رہنے کی مختلف غرضیں ہیں بعضے لوگ تو بزرگوں کے پاس دنیا کے قصے لیکر جاتے ہیں کہ حضرت فلاں جگہ یہ ہو رہا ہے، فلاں مقام کی یہ خبر ہے، اپنا بھی وقت ضائع کرتے ہیں اور ان کا بھی بزرگوں

کے پاس جاؤ تو ان خرافات سے خالی ہو کر جاؤ اور اپنے امراض کو لے کر جاؤ اگر کوئی سائل زنبیل (۱) کے اندر ٹھیکرے (۲) بھر کر سخی کے دروازے پر جائے تو سخی اس کو کاہے میں دے گا زنبیل میں تو جگہ ہی نہیں۔ ع انا ئیکہ پُر شد دگر چود

(جو برتن کسی چیز سے پر ہو تو اس میں دوسری چیز کب آسکتی ہے؟)

اسی طرح تم جب اپنے خیالات سے پُر ہو تو ان کی صحبت سے کیا نفع ہوگا۔

نیک صحبت سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ

اگر جاؤ تو نہ ساکت (۳) بیٹھو کہ وہ کوئی بات پوچھتے ہیں تو جواب تک نہیں دیتے، بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ جا کر چپ بیٹھ جاتے ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ کب، کیسے آئے تھے ؟ تو فرماتے ہیں کہ حضرت تو خود روشن ضمیر ہیں یہ سخت حماقت ہے ان کی خدمت میں جا کر اپنے امراض کا کچھا چٹھا بیان کرو اور جو تدبیر وہ بتلائیں اس پر کاربند ہو طریقہ تو یہ ہے۔

اور اگر صحبت میسر نہ ہو تو خط و کتابت ہی رکھو لیکن فضول باتیں خط میں نہ لکھو کام کی باتیں پوچھو اپنے مرض کا علاج دریافت کرو مگر اس علاج کی خود تعیین نہ کرو کہ فلاں قسم کا علاج ہو ایک شخص نے میرے پاس لکھا کہ نماز کی پابندی نہیں ہوتی کوئی وظیفہ بتادو، اس زمانے میں سوئے تدبیر کا مرض بھی بہت ہے سمجھتے ہیں کہ وظیفہ سے نماز کی پابندی ہو جائے گی۔ میں نے لکھا کہ جب نماز قضا ہو جایا کرے ایک وقت کا فاقہ کیا کرو اور اگر پانچ وقت کی قضا ہو تو پانچ وقت فاقہ کرو یہ ہے علاج اور وظیفے اس کے لئے نہیں ہیں۔ تو معالجہ میں ان کی رائے پر عمل کرو یہ ہے طریقہ انتفاع کا بزرگوں سے پس اسی دھن میں ہمیشہ لگے رہو اگر آپ اسی

---

(۱) زنبیل اس تھیلے کو کہتے ہیں جس میں فقیر حاصل شدہ خیرات جمع کرتے ہیں (۲) مٹی کا بنا ہوا برتن جب ٹوٹ جائے اس کے ٹکڑوں کو ٹھیکرے کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ تھیلے میں بیکار چیزیں بھر رکھی ہیں خیرات کی گنجائش ہی نہیں ہے (۳) بالکل خاموش بیٹھ جاتے ہیں۔

دھن میں رہیں گے، پوچھتے رہیں گے۔ بزرگوں کے پاس آتے جاتے رہیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ ایک دن میں کام بن جائے گا آج کل تو لوگ بیعت ہو کر بھی پیر کا نام تک نہیں لیتے پیری مریدی کا حال بالکل طبیب و مریض کا سا ہے مریض اگر اپنا حال کہتا سنتا رہے اور طبیب کے ہدایات پر عمل کرتا رہے تو ایک دن صحت یاب ہو ہی جاتا ہے۔

اولاد کی اصلاح کا طریقہ

اور خدا کے لئے اپنے سے زیادہ اپنی اولاد پر رحم کرو اس زمانے میں الحاد کا طوفان برپا ہے بہت احتیاط کی ضرورت ہے ان کو صحبتِ بد سے بہت اہتمام سے بچاؤ اور صحبتِ نیک کا اہتمام کرو۔ آپ شاید اس کو تو سخت مشکل سمجھیں گے کہ انگریزی چھڑا کر عربی پڑھائیں چلو میں بھی اس کو حذف کرتا ہوں آپ اسکولوں ہی میں پڑھائیں لیکن اتنی درخواست میری منظور کر لیجئے کہ اسکولوں میں جو تعطیلیں(۱) ہوتی ہیں اور ان تعطیلوں میں لڑکے ادھر اُدھر مارے مارے پھرتے ہیں صرف ان تعطیلوں میں ان کو حضرات اہل اللہ کی خدمت میں بھیج دیا کرو۔ اگر کہو کہ پڑھائی کے دنوں میں تو وہ اسکول رہے اور تعطیل کے ایام میں بزرگوں کے پاس۔ تو ہمارے ان کو دیکھنے کا کونسا وقت ہوگا تو میرے پاس اس کا بھی جواب ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ تعطیل کے ایام کا تجزیہ کر لیجئے زیادہ دنوں اپنے پاس رکھئے اور تھوڑے دنوں کے لئے حضرات اہل اللہ کی خدمت میں بھیج دیا کیجئے یہ تو اولاد کے واسطے ہوا

عورتوں کی اصلاح کا طریقہ

اب ایک اور جماعت رہ گئی ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت کی طرف کسی کو مطلق التفات(۲) نہیں ہے اولاد کی طرف ہے تو گو بُری طرح ہو اور وہ کون ہیں؟ عورتیں، ان کی اصلاح کی سخت ضرورت ہے۔ وہ اگر درست ہو جائیں گی تو پھر اولاد بھی صالح ہوگی اس

(۱) چھٹیاں ہوتی ہیں (۲) توجہ نہیں۔

لئے کہ ابتداء میں تو بچے ان کے ہی ہاتھوں میں رہتے ہیں ان کی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ ان کو مسائل اور بزرگوں کی حکایات کی کتابیں پڑھائیں یا سنایا کریں اور اس کی پروا نہ کریں کہ وہ سنتی ہیں یا نہیں آپ گھر میں بیٹھ کر پکار پکار کر پڑھا کریں اس طرح سے آپ اپنا کام کئے جایئے انشاء اللہ تعالیٰ اثر ہوگا لیکن کتابیں علماء سے پوچھ کر انتخاب کریں عوتوں کا نصاب نہ خریدیں وہ تو کتابیں اس کو سمجھتی ہیں جیسے نور نامہ، وفات نامہ، ہرنی نامہ، معجزۂ آل نبی، ساپن نامہ قصۂ گل بکاؤلی کہ ان میں سے بعض تو بالکل ہی خرافات ہیں بعض موضوعات پر مشتمل ہیں ایسے ہی برائے نام نعت کی اکثر کتابیں کہ ان میں اکثر ایسے اشعار ہوتے ہیں کہ جن میں بے ادبی ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی یا انبیاء علیہم السلام کی کام کی کتابیں علماء سے پوچھ کر منتخب کریں(۱) غرض یہ ہیں طریقے اصلاح کے جن میں کوئی مشقت بھی نہیں دنیاوی کاموں کا بھی اس میں حرج نہیں۔

خلاصۂ وعظ

آپ نے دیکھا کہ صحبت نیک کتنی سستی اور کس قدر مفید شئے ہے اتنا بڑا نسخہ اور اتنا سستا کتنی آسانی ہے دیکھئے آپ کی نہ زراعت چھڑائی جاتی ہے نہ نوکری نہ تجارت۔ سب کچھ کرو لیکن بس حضرات اہل اللہ سے تعلق رکھوان کے پاس آتے جاتے رہو کم از کم خط و کتابت ہی رکھو انشاء اللہ تھوڑا سا تعلق بھی بے کار نہ جائے گا۔ اب اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں آمین۔(برحمتك يا ارحم الراحمين)

---

(۱) مثلاً چند کتابیں یہ ہیں جن کے پڑھنے سے فائدہ ہوگا اور عورتوں مردوں کی اصلاح ہوگی۔ بہشتی زیور، حیاۃ المسلمین، جزاء الاعمال، تعلیم الدین، اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ۔

وعظ

اختیار الخلیل

یہ وعظ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے گنگوہ کی لال مسجد میں یکم شعبان ۱۳۳۰ھ بعد نماز مغرب نیک صحبت کی ضرورت اور دوست کے انتخاب کے موضوع پر بیان فرمایا۔